یہ تاریخ متعین نہیں کرتیں۔ اس لیے ہم نے اپنی سہولت کی خاطر ۱۷۷۷ء فرض کر لی ہے تاکہ آیندہ کے ادیبوں کی پیدایش کا فرق (جو اقبال تک ۲۰، ۲۰ سال کا ہے) برقرار رہے۔ خود اقبال کی تاریخ پیدایش میں بھی اختلاف ہے تاہم، ہم نے سرکاری طور پر متعین کردہ تاریخ کو اپنے مفید مطلب پا کر اختیار کیا ہے۔ اس طرح، اس سلسلے کے سب ادیب، ماسوائے سید مودودیؒ کے ۲۰، ۲۰ سال کے فرق سے پیدا ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور یہ یقیناً دل چسپ اور خوش گوار صورت حال ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ آج بھی نقادان کرام اس فہرست کو دیکھ کر چونکیں گے، کہ میں نے اس ادبی بدعت کی جسارت کیونکر کی، لیکن میں توقع کرتا ہوں کہ اس اجمال کی تفصیل معلوم کر کے وہ میرے نقطہ نظر سے واقف ضرور ہو جائیں گے، چاہے اس سے اتفاق نہ کریں۔

پہلی کڑی، شاہ اسماعیل شہید: اس فہرست کا آغاز شاہ اسماعیل شہید سے ہوتا ہے، جو اگرچہ شعر بھی کہہ لیتے تھے، لیکن شاعرانہ نقطۂ نظر سے ان کے اشعار کی کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ یہ ظلم ان پر ضرور ہوا ہے کہ آج تک نثرنگاروں کی صف میں ان کو کوئی اہمیت نہ دی گئی، حالانکہ ان کی مختصر کتاب (رسالہ) تقویت الایمان، میرے نزدیک جدید اردو نثر کی نقیب ہے۔ یہ بات میں اپنے ایک سابق مضمون "جدید اردو نثر کا ایک فراموش کردہ سنگ میل" میں بھی ثابت کر چکا ہوں۔ یہاں مختصراً یہ کہنا ہے کہ اس کتاب سے پہلے جس طرح ہندی مسلمانوں کا ذہن دین اور دنیا کے دو الگ الگ خانوں میں بٹا ہوا تھا، اسی طرح اس عہد کی تصانیف میں بھی یہ دوئی بالکل صاف اور واضح نظر آتی ہے۔ یعنی ایک سلسلہ تصانیف وہ تھا جس کو ہم افادی ادب میں شمار کر سکتے ہیں اور دوسرا وہ جسے تفریحی ادب میں رکھا جا سکتا ہے۔ افادی ادب ان دنوں مذہبی ادب کے سوا کچھ نہ تھا۔ چنانچہ واقعات کربلا پر مشتمل مجلس ہو یا ترجمہ و تفسیر قرآن، سب اس ایک شعبے میں آتے ہیں۔

رہا تفریحی ادب تو اس میں خواہ تحسین کی مرصع عبارت پر مشتمل نوطرز مرصع ہو یا میرامن کی ٹھیٹ "اردو زبان" میں لکھی ہوئی باغ و بہار، سب کا مقصد سوائے ذہنی عیاشی کے اور کچھ نہ تھا۔ افادی ادب کے مصنفوں کی کوشش ہوتی تھی کہ عبارت کو ہر طرح کی ادبی چاشنی سے پاک رکھ کر اسے اہل مدرسہ و خانقاہ کے پڑھنے کے لائق بنایا جائے۔ جب کہ تفریحی ادب کے خالق اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ اس میں تخیل اور انشاپردازی کو زیادہ سے زیادہ فوق الفطری رکھا جائے تاکہ صرف گنتی کے رؤسا اور ذی علم لوگ ہی اس سے تسکین حاصل کر سکیں۔ گویا مذہبی مصنفین کے لیے ذہنی لذت شجر ممنوعہ تھی اور دوسرے (تفریحی) ادیب اس بات سے مطلق بے خوف تھے کہ ان کی گمراہ کن مبالغہ آرائی اور بے راہ روی گناہ بھی بن سکتی ہے۔ یہ دونوں طبقے یہ فراموش کر چکے تھے کہ کتاب ہدایت قرآن اور ارشادات